نبودند - اگر بودند بمرتبۂ فوقانی بودند - مگر ماحصلش دانستی کہ فقط تولیت و اختیار تصرف ست مناسب وقت بمصرفی از مصارف مقررہ خداوندی از مستحقان

انفعالی صرف باید کرد این ضرور نیست کہ بہر فرد ہر

رسانیدہ شود ادای فی بایں وجہ ممکن نیست

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ نیز ہستند کہ ہنوز بساحت وجود قدم نہادہ اند کسی چہ تواند ادا خمس و زکوٰۃ نیز منجملہ محالات عادی ست - کدام کس ست کہ جملہ فقراء شرق و غرب و مساکین وغیرہ را تجسس کردہ یگاں یگاں را دادن میتواند -

اکنوں اگر حدیث واقدی صحیح ہم باشد چہ حرج کہ مفادش بیش ازیں نہ باشد اگر فرق باشد ہمیں قدر باشد کہ احادیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ موقوف اند و آں مرفوع -

نمونیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفتہ بود:

ہمیں حضرت عمر گفتند - زیادہ ....

فرض گوییم کہ معنی خالصہ و خاصہ این نیست گرگفتہ شد آں وقت ما را جوابی دگر بزبان ست -

سے مرتبۂ سافلہ میں نہ تھے - اگر تھے تو مرتبۂ فوقانی میں تھے - مگر اس کا ماحصل (نتیجہ) تم نے جان لیا کہ صرف انتظام کرنے اور تصرف کرنے کا اختیار ہے - یعنی خدا وند تعالیٰ کے مقررہ مصارف میں سے، صرف کے مناسب وقت میں، انفعالی استحقاق کے مستحقین پر صرف کر دینا چاہیئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ہر صنف کے ہر ہر فرد کو پہنچایا جائے، وہ نہ فے کا اس طور سے ادا کرنا کیسے ممکن ہے[1] جبکہ مصارف میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو ان کے بعد آئیں گے اور انہوں نے ابھی دنیا میں قدم بھی نہیں رکھا ہے - کوئی ایسا کس طرح کر سکتا ہے - خمس اور زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی (اس طور پر) عادت انسانی کے لئے محالات میں سے ہے - کونسا آدمی ہے کہ مشرق و مغرب کے تمام فقرا اور مساکین وغیرہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایک ایک کو دے سکتا ہے -

اب اگر واقدی کی حدیث صحیح بھی ہو تو کیا مضائقہ ہے کہ اس کا مقصد اس سے زیادہ نہ ہوگا - اگر فرق ہوگا تو اسی قدر ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں موقوف[2] ہیں اور وہ مرفوع[3] - پس گویا کہ وہ مضمون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہی مضمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں - ہاں اگر فرض کر لو کہ خالصہ اور خاصہ کے معنی یہ نہیں، تو اس وقت دوسرا جواب ہماری زبان پر موجود ہے -

[1] اس طور سے ادا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہر ہر صنف کے ہر ہر فرد کو دیا جائے - مترجم

[2] موقوف وہ حدیث ہے جس کی سند کسی صحابی پر جا کر رک جائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اس سند کو نہ پہنچایا گیا ہو - مترجم

[3] حدیث مرفوع وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو - مترجم

مال کی جگہ خرچ کریں۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں کی متفقہ روایت ہے۔

و حدیث دیگر نیز از بخاری و مسلم در مشکوٰۃ در ہماں باب آوردہ:-

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفْ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ متفق علیہ

اور دوسری حدیث اسی مضمون کی، بخاری اور مسلم سے مشکوٰۃ کے اسی باب فے میں لائے ہیں:-

عمرؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ بنی نضیر (قبیلے) کے اموال ان میں سے تھے کہ فے کے طور پر اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیئے۔ اور یہ ان اموال میں سے تھے کہ جن کے لئے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹوں کو حرکت نہیں دی۔ پس یہ مال خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھے کہ اپنے اہل پر سال بھر کے نفقہ کے لئے خرچ کریں۔ پھر جو (مال خرچ سے) بچے وہ ہتھیاروں اور گھوڑوں اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری میں خرچ کریں۔ بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت۔

ازیں دو حدیث ظاہر بیناں را وہم مالکیت معروفہ بنسبت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدل می آید مگر آنانکہ نظر بر مقدمات مذکورہ انداختہ اند میدانم کہ ان شاء اللہ العزیز، ہرگز گرفتار ایں وہم نخواہند شد و لفظ خالصہ یا خاصہ را کہ دریں دو حدیث قبل از تامل مورث ایں وہم می شوند و ہمدیگر سوابق و لواحق ایں مفہوم را کہ دریں دو حدیث مؤید وہم مذکور اند بر محل دیگر خواہند نشاند۔

ان دو حدیثوں سے ظاہری نظر رکھنے والوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان اموال کی متعارف مالکیت کا وہم دل میں آجاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے مذکورہ تمہیدی مضامین پر نظر ڈالی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ اس وہم میں ہرگز گرفتار نہ ہوں گے۔ اور لفظ خالصہ یا خاصہ جو ان دونوں حدیثوں میں غور کرنے سے پہلے اس وہم کو پیدا کرنے کے موجب ہیں اور اس مفہوم کے اول و آخر کو جو کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکورہ وہم کی تائید کرتے ہیں ان کو دوسرے محل پر چسپاں کریں گے۔

تفصیل اجمال

تفصیل ایں اجمال آنکہ ایراد لفظ فَلِلّٰهِ در خمس و در آیۃ ثانیہ بدیں جانب مشیر ست کہ دریں قسم

اجمال کی تفصیل

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آیت خمس اور دوسری آیت میں فَلِلّٰهِ کا لفظ لانا اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ

دارد - صحیح ست یا ضعیف - بسیاری از مرویات
ائمہ حدیث مثل ترمذی و ابن ماجہ وابوداؤد خود
بشہادت اوشاں ضعیف ست تا بواقدی کہ
بجلالت قدر اوشاں نخواہد رسید، چہ رسد
آری بعض احادیث موقوفہ متضمن ایں قسم
از حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) در بعض صحاح
آمدہ اند - اول نقل آں احادیث میکنیم باز
کشف شبہ مسطورہ مینمائیم -

در مشکوٰۃ در باب فئ از بخاری و مسلم
آوردہ عن مالک بن اوس بن الحدثان
قال قال عمر بن الخطاب ان اللہ قد خص
رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ہذا
الفئ بشئ ولم یعطہ احدا غیرہ ثم
قرأ ما افاء اللہ علی رسولہ منہم الی قولہ قدیر
فکانت ہذہ خالصۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ینفق علی اہلہ نفقۃ سنتہم
من ہذا المال ثم یاخذ ما بقی
فیجعلہ مجعل مال اللہ متفق علیہ

نہیں سمجھا جب تک کہ تمام راویوں کا حال معلوم نہ ہوجائے،
نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی یہ حدیث کیا درجہ رکھتی ہے۔ صحیح
ہے یا ضعیف ہے۔ ائمہ حدیث کی بہت سی روایتیں مثلاً
ترمذی[1]، ابن ماجہ[2] اور ابوداؤد[3] کی ان کے اپنے قول کے مطابق
ضعیف ہیں تو پھر واقدی کہ ان کی جلالت شان کی برابری کو
نہیں پہنچ سکے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہاں بعض موقوف[4] حدیثیں
حضرت عمرؓ سے اس قسم کے مضامین سے متعلق بعض صحیح[5]
حدیثوں کی کتابوں میں آئی ہیں۔ تو میں پہلے ان حدیثوں کو نقل
کرتا ہوں۔ اس کے بعد پھر تمہارے لکھے ہوئے شبہ کا ازالہ کروں گا۔

مشکوٰۃ کے فے کے باب میں بخاری اور مسلم سے
حسب ذیل روایت نقل کی گئی ہے۔ "مالک بن اوس
بن الحدثان سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
اس فے کے مال میں ایک خاص حق دیا ہے جو کسی اور کو
نہیں دیا ہے پھر ما افاء اللہ علی رسولہ
منہم کی آیت آخر تک یعنی قدیر تک پڑھی پس
اس بنا پر یہ اموال فے خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ہوگئے کہ وہ اپنے اہل وعیال پر سال بھر کا خرچ اس
مال میں سے عطا کریں اور جو بچے اسے خود ہی لے لیں اور اللہ

---

[1] ترمذی۔ امام ترمذی ترمذ ترکستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی حدیث کی کتاب جامع ترمذی حدیث کی چھ صحیح کتابوں میں سے ایک ہے۔ آپ کا نام امام محمد بن عیسیٰ ہے۔ ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ مترجم

[2] ابن ماجہ۔ امام محمد بن ماجہ۔ شمالی ایران کے شہر قزوین میں پیدا ہوئے۔ ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کی کتاب ابن ماجہ صحاح ستہ میں سے ایک ہے جس میں چار ہزار حدیثیں ہیں۔ مترجم ———— [3] ابوداؤد اپنے زمانے کے سب سے بڑے محدث۔ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کی کتاب صحاح ستہ میں سے ایک ہے جس میں ۴۸۰۰ حدیثیں ہیں۔ مترجم ———— [4] موقوف حدیث آنحضرتؐ کا وہ قول یا فعل ہے جو کسی صحابہ سے روایت کیا جائے۔ (مقدمہ مظاہر حق جلد اول صفحہ ۳) ———— [5] حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند راوی سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل متصل ہو اور کوئی راوی کی روایات میں جھوٹ نہ کہا ہو، اس حدیث کے سب راوی سچے، یاد کے پکے اور روایت کے خلاف اسباب طعن وغیرہ سے محفوظ رکھتے ہوں۔ (مقدمہ مظاہر حق) ———— [6] حدیث ضعیف وہ ہے جس کے راویوں میں سے کوئی جھوٹا یا فاسق یا کسی اور طرح مطعون ہو۔ (مقدمہ مظاہر حق جلد اول)

غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى الخ وہمچنیں در آیۃ مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى[1] لفظ رسول را بلام جدا گانہ بنواختہ، اشارہ بہ برزخیۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمیان خدا تعالیٰ و مخلوقات فرمودہ اند و اشعار باختیار کلی اوشاں بعد خود نمودہ اند و بر مالکیۃ عامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دادہ اند، ہمہ را محقق دریافتہ باشی و ہم دانستہ باشی کہ خلافۃ مشار الیہا در آیۃ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً بجمیع الوجوہ خواہ باعتبار ملک خواہ باعتبار حکومت اگر نصیب شدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را نصیب شد۔

ہو تو اس میں سے اللہ کے لئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رشتہ داروں کے لئے پانچواں حصہ ہے"۔ اور اسی طرح آیت مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى۔ میں لفظ رسول کو لفظ کے ساتھ دوسرے لام جدا گانہ کو لکھا ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو خدائے تعالیٰ اور مخلوقات کے درمیان ہے۔ اور اللہ کے اپنے پورے اختیار کے بعد رسول اللہ کے پورے اختیار کی اطلاع دی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ملکیت کی گواہی دی ہے۔ ان سب کی تحقیق تم نے دریافت کر لی ہوگی۔ اور یہ بھی جان لیا ہوگا کہ آیت إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً میں جس خلافت[2] کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، خواہ ملک کے اعتبار سے اور خواہ باعتبار حکومت، ہر حیثیت سے اگر کسی کو وہ خلافت نصیب ہوئی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی ہے۔

فرق درمیانِ خدا و خلیفۂ خدا

درمیان خدا و ند کریم الشان و این خلیفہ عظیم الشان فقط دو فرق ہست

خدا اور خلیفۂ خدا کے درمیان فرق

کریم شان والے خدا اور عظیم شان والے اس خلیفہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے

---

[1] مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ۔ یہاں حاشیے میں پوری آیت درج کر دی گئی ہے۔ مترجم

[2] اس مقام پر یہ بات نظر میں رکھیئے جو آئندہ تمام مضمون میں کام آئے گی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک تو اللہ کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے تمام اختیارات وہی رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں۔ کیونکہ خلیفہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اصل کے قائم مقام رہ کر اس کے احکام نافذ کرے اور اس اصل کے منشا کے مطابق کام کرے۔ دوسرے یہ کہ بحیثیت حکومت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قائم مقام ہیں۔ لہٰذا پہلی نیابت بحیثیت مالک اور دوسری نیابت بحیثیت حکومت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ ان دونوں مرتبوں میں سے پہلا یعنی ملکیت کا مرتبہ، مرتبۂ فوقانی اور دوسرا مرتبہ، مرتبۂ تحتانی ہے۔ یہ حضرت قاسم العلوم کی اپنی اصطلاحیں ہیں جو انہوں نے اپنے مکتوب میں استعمال کی ہیں۔ لہٰذا ان دونوں اصطلاحوں کو یاد رکھیئے کہ ان سے بار بار کام پڑے گا۔ مترجم

سخن چہارم

چہارم اینکہ مصحح انتساب ملک چنداںکہ مرتبہ فوقانی ہست مرتبہ تحتانی نیست۔ پرظاہر ست کہ نور ارض چنداںکہ انتساب بآفتاب دارد بارض ندارد۔ ہمچنیں ملک خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را باید پنداشت۔ ازینجاست کہ غنائم را باآنکہ حقوق غانماں بآں تعلق داشت وقتیکہ در تقسیم آں اختلاف اقوال رو نمود،

چوتھی بات

چوتھی یہ کہ ملک کی نسبت کرنے کو صحیح قرار دینے والا جسقدر فوقانی[1] مرتبہ ہے، اتنا تحتانی مرتبہ نہیں ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ زمین کا نور جسقدر سورج کے ساتھ تعلق رکھتا ہے زمین کے ساتھ نہیں رکھتا۔ اسی طرح خدا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت کے تعلق کو سمجھنا چاہیئے۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ غنیمت کے اموال کو اس کے باوجود کہ غنیمت حاصل کرنے والوں کے حقوق ان اموال کے ساتھ

[1] یعنی اللہ تعالیٰ کے قائم مقام ہو کر بحیثیت خلیفہ مالک ہونا ملکیت کے لئے بنسبت مرتبۂ تحتانی یعنی جسمانی کے زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ خلافت الٰہیہ کے روحانی مقام سے ہٹ کر حاکمانہ حیثیت میں مالک ہونا ظاہر ہے کہ پہلے درجے کی بنسبت زیادہ قوی نہیں، جیسا کہ سورج کے نور کا تعلق جتنا سورج سے ہے اتنا زمین سے نہیں جس پر سورج کا نور پڑتا ہے۔ اگرچہ نور کا سورج اور زمین دونوں سے تعلق ہے لیکن سورج کا نور ذاتی ہے اور زمین کا غیر ذاتی اور عارضی ہے۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو اپنے نور کو ساتھ لے جاتا ہے اور زمین بے نور ہو کر دیکھتی رہ جاتی ہے اور تاریک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی ملکیت اور بحیثیت خلیفہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ذاتی ہے اور باقی دوسروں کی ملکیت عارضی۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ بندوں سے ملکیت چھین لیتا ہے تو بندے دیکھتے رہ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر حال میں مالک رہتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ قریب ہے جیسا کہ آفتاب کا نور زمین کے بنسبت سورج سے زیادہ قریب ہے۔ مترجم

غانمگراں گفتند کہ تنہا ازاں ماست و دیگراں گفتند کہ مارا نیز شریک باید کرد باایں طور ارشاد شد

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔

(قرآن کریم سورہ انفال)

غرض ازیں ارشاد اینست کہ اصل مملوک بودن خداست و رسول او صلی اللہ علیہ وسلم۔ شمارا دریں بارہ مجال دم زدن نیست۔ ہرچہ ارشاد شود بسر باید نہاد۔ ہمچنیں در حدیث ست "للہ ما اخذ ولہ ما اعطی" ازیں تعمیم دریں تقسیم حدیث ست صاف پیدا ست کہ عطایا ر خدا تعالیٰ یعنی مملوکات بنی آدم را مملوک خدا تعالیٰ باید شناخت و انتساب

تعلق رکھتے ہیں لیکن جب ان اموال کی تقسیم میں اقوال کا اختلاف نمودار ہوا تو مال غنیمت حاصل کرنے والوں نے کہا کہ یہ اموال غنیمت تنہا ہمارا حق ہیں اور دوسروں نے کہا کہ ہمیں بھی حصہ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ اس طرح حکم ہوا: "یہ لوگ مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیئے کہ مال غنیمت اللہ اور رسول ﷺ کا ہے۔"

(سورہ انفال پارہ ۹)

اس حکم سے مقصد یہ ہے کہ مال غنیمت اصل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ تمہیں اس کے متعلق دم مارنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ جو کچھ خدائے کریم کی طرف سے فرمان آئے سر آنکھوں پر ہونا چاہیئے۔ اسی طرح حدیث میں ہے "جو اللہ نے لے لیا وہ بھی اللہ کا ہے اور جو دیا وہ بھی اسی کا ہے۔" لہٰذا اس تقسیم میں جو عمومیت ہے جو کہ حدیث میں ہے صاف ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ چیزیں یعنی بنی آدم کی مملوکہ چیزوں کو خدا کے

این محاسبه وقتی بجای خود باشد، کہ انتساب
کہ از لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ
مفہوم شد، مسوق بہر رد خیال مالکان مجازی
باشد، کہ خود را مالک اموال تصور دیدہ
مستحق صرف جابجا می پنداشتند و
ظاہر ست کہ اندریں صورت بنار
ایں رد بر ہماں اولیت خواہد بود۔

یہ محاسبہ اس وقت اپنی جگہ درست ہوگا کہ وہ
تعلق کہ ما "للّٰہ" کے لئے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے
(آخر تک کی) آیت سے سمجھا گیا ہے، مجازی (غیر اصلی)
مالکوں کے خیال کی تردید کے لئے کہا گیا ہے کہ اپنے آپ
کو اموال کا مالک خیال کرکے خود کو جا اور بے جا کے
صرف کا حقدار خیال کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے
کہ اس صورت میں اس تردید کی بنیاد اسی اولیت
پر ہوگی۔

سخن پنجم

آنکہ حلت اخذ اموال غنیمت و اموال صلح مبنی بر ہمیں
خلافت ست کہ فرد اکمل آنجناب نبی
آخر الزماں بودند صلی اللہ علیہ وسلم۔
چوں توضیح ایں تفصیلے دگر میخواہد
میباید کہ قدری دیگر قلم بسایم۔

پانچویں بات

یہ ہے کہ اموال غنیمت اور اموال صلح کا لینا
اسی خلافت پر مبنی ہونے کی وجہ سے حلال
ہے جس خلافت کے سب سے بڑے کامل فرد
نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چونکہ اس
کی وضاحت ایک اور تفصیل چاہتی ہے اس لئے
مناسب ہے کہ میں اور خامہ فرسائی کروں۔

مقصد تخلیق جن و انسان

آیۃ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ براں دلالت دارد
کہ غرض اصلی از پیدا کردن آتش و آب مثلاً
سوختن و پختن و نوشیدن و سرد کردن و آیۃ
وَخَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا براں دلالۃ دارد کہ غرض از
پیدائش اموال حاجۃ روائی بنی آدم ست

جن و انسان کی پیدائش کا مقصد

پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو مگر عبادت کے لئے:
یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے
پیدا کرنے سے اصلی غرض عبادت ہے جیسا کہ آگ
اور پانی کے پیدا کرنے سے اصلی غرض کسی چیز کا
جلانا، پکانا، پینا، اور ٹھنڈا کرنا ہے اور آیت اور
تمہارے لئے پیدا کیا جو کچھ کہ زمین میں ہے سب کچھ"

ـه سورۂ بقرہ آخری رکوع پارہ ۳ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
ـه وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ
رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ۔ (پارہ ۲۷ سورۃ ذاریات رکوع ۳)

قاسم العلوم

مع اُردو ترجمہ

انوار النجوم

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی دار العلوم دیوبند کے فارسی میں مجتہدانہ علمی خطوط
جو معرفت ربانی اور کشفیات الہامی کا مرقع اور جلوۂ
قدرت کا شاہکار ہیں۔ مع اردو ترجمہ و حواشی

مترجمہ
پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب شیرکوٹی
۱۲۹۔ڈی پیپلز کالونی لائلپور

پبلشرز
ناشران قرآن لمیٹڈ۔ ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور
فون: ۶۸۵۸۱
ہدیہ: